

سکی طرف دیکھ کر، بس عادت آگئی ہے۔

صاحب : - (مسکراتے ہوئے) کب سے ؟

کمال : - جب سے ملازم ہوا ہوں۔ اس کے بغیر پبلک ریلیشنگ تکمیل نہیں ہوتی۔

صاحب : - ملازمت کر رہے ہو یا پبلک ریلیشنگ۔

کمال : - دونوں لازم و ملزم ہیں (مصنوعی غصے سے) میرا انٹرویوے رہے ہو گیا؟

صاحب : - میرا مشغله انٹرویو دینا ہے لینا نہیں۔

کمال : - لا حول ولا - مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔ بھی تھا رے انٹرویو کیا ہوا۔

صاحب : - (مسکرا کر) ہم وضع دار لوگ ہیں۔ اگر دوسرے اپنی خونہیں چھوڑتے تو ہم اپنی

وضع کیوں بد لیں۔

کمال : - مطلب ؟

صاحب : - مطلب یہ کہ آج بھی وہی کچھ ہوا ہے جو پچھلے درجہ تھا انٹرویو میں ہوا تھا۔

ویٹر کافی اور سینڈ و چنڈ لا کر میز پر رکھتا ہے۔ کمال اپنے درست کی ناکامی پر نبیدھت۔

کمال : - میے ہوں گے نالٹ پٹ جواب۔ انٹرویو زکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال

کر رہے دیکھا ہوگا۔ جیسے وہ تھا را نہیں تم ان کا انٹرویو لے رہے ہو۔ صاحب

آخر یہ سب کچھ کب تک چلے گا؟ تمہیں بالآخر پانی وضع پلنی ہی ہوگی۔

صاحب : - (قدرت سے درشتگی سے) الٹ پٹ نہیں، درست جواب دیتے تھے۔ اور درست

جواب وہ سننا نہیں چاہتے۔

کمال : - تمہیں کس حکیم نے کہا ہے کہ اس قسم کے درست جواب دیا کرو۔ - صابر کامیابی

کے لیے تمہیں انٹرویو میں وہی جواب دینا ہوں گے جو لوگ سننا پسند کرتے

ہیں۔ تمہیں اسی طور BEHAVE کرنا ہوگا۔ جیسے وہ چاہتے ہیں تمہیں اُنہیں

عادات و اطوار کا منظاہرہ کرنا ہوگا۔ جو وہ تم سے EXPECT کرتے ہیں تمہیں

خود اعتمادی کے بلند رینے سے اُتر کراس نہیں پر پاؤں رکھنا ہی ہو گا۔
 صابرہ :- (غصے سے) یہ کیون کیوں کمال؟ کتنے لوگ میں جن کے پاس مجھے ہے بہتر
CREDENTIALS میں آج تک جتنا انٹرویو کے لیے گیا ہوں میری
 تعیینی قابلیت ان کے معیار سے ہمیشہ کہیں بہتر ہوتی ہے۔ مجھے آج تک
 کسی نے لا جواب نہیں کیا۔ میں اپنا حق مانگتا ہوں۔ کسی سفارش کے بغیر—
 چاپلوسی کا نقاب اور یہ بغیر جس ملازمت کو میں **RESERVE** کرتا ہوں۔
 اس کے حصول کے لیے میں چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ کیوں سجاوں؟ بعیک
 کیوں مانگوں۔ ان پستیوں میں تو وہ اُترے جس کے **CREDENTIALS**
SOUND نہ ہوں۔

کمال :- (قدرے جھینپ کر) جھی اب اتنا پرسنل ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔
 مانتے ہیں کہ ایم اے ہم نے آخری ڈریٹن میں مشکل پاس کیا۔ ہاکی ٹشک کا
 اٹاسیدھا جانے ہماری بلا کالج کے پرپے کے لیے کوئی لطیفہ روانہ کرتے
 تھے تو جناب انگریزی کی پچاس غلطیاں نکال کر ہمیں دالپس کر دیا کرتے تھے
 یہیں —

صابرہ :- (محظوظ ہو کر) یہ کیون کیا؟
 کمال :- یہیں مجھے ملازمت کرتے دو برس ہونے کو آئے اور تم ابھی تک اپنے
 آئوری ٹاور پر برا جہاں ہو۔ مجھے پہلے انٹرویو میں ہی جس قسم کی فوکری آفر
 ہوئی میں نے قبول کر لی۔ اور اب دیکھو اپنی محنت سے۔

صابرہ :- پوامنٹ آف آئوری۔ پیڈکریلیٹنگ سے۔

کمال :- چلو پیڈکریلیٹنگ سے ہی سہی۔ بہر حال اور پتلے تین پروموشنز لے
 چکا ہوں۔ کچھ نے کار دے رکھی ہے۔ گھر کے لیے قرضہ منظور ہو چکا ہے۔

صابر :- (بے صبری سے) یہ سب کچھ مجھ سے نہ ہوگا۔
کمال :- نہیں ہو سکتا تو آرام سے گھر میں بیٹھو۔ اور سُکرتے رہے بوڑھے پاپ
کی قلیل پیش کو۔ اور عائشہ بی بی سے معدودت کر لو کہ —

صابر :- اب تم پرسنل ہو رہے ہو۔

کمال :- دوستوں کو پرسنل ہونے کا حق ہوتا ہے۔

صابر :- لیکن کمال میں بے بس ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور میرے راستے
پد لے۔ میں چوہوں کی اس دوڑ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس موجودہ
تہذیب میں۔ تہذیب کے اس جنگل میں میں اپنے آپ کو گم نہیں کرنا چاہتا۔
میں اپنی انفرادیت برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔

کمال :- اپنی بے جا انفرادیت کو برقرار رکھنے کی خاطر بھی تمہیں اس جنگل کے
قوانين کے مطابق جدوجہد کرنی ہوگی۔

صابر :- قانون دوسرے لوگ بنائیں اور جدوجہد میں کروں۔ میں اپنے قانون
خود بنانا چاہتا ہوں۔

کمال :- بناتے رہو اپنے قانون۔ یہاں تک کہ تم کوزہ کے ایک مریض کی طرح
معاشرے سے کٹ کر رہ جاؤ۔ تمہاری انفرادیت اور خود اعتمادی اپنی جگہ۔
مگر صابر دیہ یہاں تو SURVIVAL OF THE FITTEST

کامستہ ہے۔

صابر :- کیا میں SURVIVAL OF THE FITTEST نہیں ہوں۔

کمال :- اپنی ذات کے نق و دق صحرا میں شاپد۔ مگر اس جنگل میں — فی الحال نہیں۔
ایک انتہائی خوش پوش نوجوان سگارمنہ میں اُڑنے سے ایک خوب رو دو شیزہ کا ہاتھ کپڑے
کافی بار میں داخل ہوتا ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی صابر پر نظر ٹپتی ہے۔

نوجوان :- آہ صابر۔

صابر اور کمال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

نوجوان :- اور جناب کمال صاحب بھی۔

ما تھد ملاتے ہیں۔

صابر :- بھئی کمال۔

کمال :- مجھ سے کچھ کہا؟

صابر :- ارے نہیں۔ بھئی کمال ہے۔ تم تو پہچانے ہی نہیں جاتے اطہر کیا وہ کام
کے زمانے کا سوکھا سڑا لڑ کا اور کہاں یہ کہ ڈبل قسم کی صحیتیں بنارکھی ہیں کس
چلی کا کھاتے ہو؟

اطہر :- د تھہرہ لگا کر آکھتا نہیں۔ سو نگستا ہوں۔ کامیابی کی بھینی بھینی خوشبو۔

کمال :- مُسکرا کر، کہاں ملتی ہے ہم بھی دوچار لمبے لمبے سالنس لے کر اپنے ہمیشہ^۱
بھر لیں۔

اطہر :- اپنے والد صاحب کی نئی نیکتری ہیں... کسی روز آجانا... بلکہ آج کل

میں ہی آجانا (کندھے پر دھپ لگا کر) کیونکہ جس حساب سے تم آج کل
مے نوشی کر رہے ہو۔ اگلے دوچار برسوں میں تمہارے پھیپھڑے اس قابل

ہی نہیں رہیں گے کہ ان میں کچھ بھرا جاسکے۔ د تھہرہ لگاتا ہے اور صابر سے
مخاطب ہوتا ہے۔ ایم اے کے رزلٹ کے بعد (منہ بنائکر) اور WHAT

A آج ملاقات ہو رہی ہے۔ کہاں رہتے ہو۔

صابر :- یہیں آس پاس!

اطہر :- آس پاس! اگر آس پاس رہتے تو کمال کی طرح تم سے بھی ملاقات
ہوتی رہتی مگر... .

صابر:- تم دونوں کا آس پاس اور میرا آس پاس قدرے مختلف سطحوں پر داقع ہیں....

کمال:- پے شک۔ بے شک! آپ فضابیط میں پرداز کرنے والے اور ہم غریب غرباً (ٹائی سے کھیلتے ہوئے) زمین پر رینگنے والے (ہنس کر) فلسفے کی مادوے رہے ہو پیارے۔ ہم ان فلسفوں سے مرنے والے نہیں۔

صابر:- یہ میں جانتا ہوں۔

کمال:- دجمانی کر، اظہرنی الحمال، اس آس دکانی بار کے دروازے میں کھڑی امہر کی دوست لڑکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے، کو تو اپنے پاس بلاؤ۔

اظہر:- اونہوں دسر ہلاتا ہے، اتنا کچا بھی نہیں ہوں۔ کافی یہ تو ہاتھ کر جاتے تھے نا۔

اللہ اللہ کیا شہر تیں تھیں جناب کی، لڑکیاں کہا کرتی تھیں کہ ہائے کمال اتنا چار منگ ہے کہ درستوں پرستی ہے پرندوں کو ایک نظر دیکھے تو وہ نیچے آگرا س کے قدموں تلے لوٹنے لگتے ہیں... ناس بابا... اور پھر (سرگوشی کے ہیجے میں) اس آس کے ساتھ میں قدرے ۵۰۱۵۰۵ E R می ہوں۔ ممکن ہے تمہاری جباری، یہ بن جائے۔

کمال:- تمہارے پچھے ریکارڈ کی بناء پر یہ ممکن ہمیشہ ناممکن رہے گا۔

تینوں ہستے ہیں۔

اظہر:- صابر سے مخاطب ہو کر، یار بڑی مستر تھوڑی آج تم سے مل کر بے لوث پاریاں تو طالب علمی کے زمانے کی ہی ہوتی ہیں۔ بعد میں تصریف، ۱۸۷۵ CULATED تفصیلی گفتگو کی جائے... فون نمبر دے دوں۔ دکوٹ کی ہیب ہیں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور پھر کچھ سوچ کر باہر نکال لیتا ہے۔ خیر چھوڑ دکسی وقت گھر آؤں گا۔ ابھی تک واضح طنز کے ساتھ، دہیں پر ہونا جہاں تم سے نوٹس

لینے آیا کرتا تھا۔

صابر :- دہیں پر۔

تینوں ہاتھ ملاتے ہیں۔ صابر اور کمال دوبارہ بیٹھ جاتے ہیں۔ الہ راپنی دوست لڑکی کے پاس جا کر اس کا ہاتھ تھامتا ہے اور وہ کاؤنٹر سے سٹولوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔

صابر :- تمہیں یاد ہے کمال، ایک زمانہ تھا کہ اس چند کو ہم ایک محفوظ فاصلے پر ہی رکھتے تھے۔ اور آج تم نے دیکھ لیا کہ وہ مجھے اپنا فون نمبر دینے سے بھی گریز کر رہا تھا۔

کمال :- کامیابی کی بھی بھی خوبی سے بدست!

صابر :- پاپ کی جائیگر پر بیٹھ جانے کو میں کامیابی نہیں گردانتا۔

کمال :- کامیابی کی قسمیں نہیں ہوا کرتیں صابر۔ کامیابی صرف کامیابی ہے۔ تم بھی نامکن کے حصول کا خواب دیکھنا چھوڑ دو تو اس سے ہمکنار ہو سکتے ہو۔

صابر :- (جھلاکر) کمال کون کہتا ہے کہ میں نامکن کا حصول چاہتا ہوں۔ میں تو صرف اپنا جائز حصہ مانگتا ہوں۔ اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق۔ اپنی شیلنٹ کی بنیاد پر۔

کمال :- اس دنیا میں کتنے لوگ ہیں، جنہیں ان کی شیلنٹ کی بنیاد پر حصہ لٹتا ہے۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔

صابر :- میں یہی ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ قسمت کا اس میں کوئی عمل و خل نہیں —

کمال :- دنگ آکر، تو ٹھیک ہے ثابت کرتے رہو۔

قصوڑی دیر کے پیے دلوں خاموش رہتے ہیں۔

کمال :- صابر مجھے دوست تو مانتے ہو نا۔ امشورہ خیر کیا دوں گا صرف تمہاری

بہتری کے لیے کہتا ہوں۔ اگر کامیابی کے تالاب میں تیرنا چاہتے ہو.....

صابر :- (لغت سے) یہ تالاب نہیں گھر ہے۔ کھلا بد بودار گھر۔

کمال :- لیکن اس کے باوجود تم اس میں تیرنا چاہتے ہو؟

صابر :- میں نہیں چاہتا۔ میری پشت پر ہاتھ ہیں۔ میری ماں۔ باپ اور منگیتھر کے ہاتھ جو مجھے اس میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

کمال :- (ستپٹا کر) آخر قم چاہتے کیا ہو؟

صابر :- (کھو جاتا ہے) میں؟

— ندیش بیک —

۱۔ چوتھے منظر کے تمام ترقیتیں بیک REPEAT

۲۔ تسلیمان پکڑنے کا جال اب زیادہ حرکت میں ہے۔ چوتھے منظر سے زیادہ اس میں بچے کے چہرے کی INTER CUTTING.

سین نمبر ۴

صابر باہر سے آتا ہے۔ مشترکہ بیڈر روم میں داخل ہوتا ہے۔ سر جھکاتے ہوئے۔ باپ چارپائی پر بیٹھا ہے۔ گردگڑا رکھ رکھتا ہے۔ سراہا کر صابر کی طرف دیکھتا ہے۔ اور پھر ٹھیک لباکش لگاتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ صابر آج پھر ناکام رہا ہے۔ ماں پریڑھی پر بیٹھی چاول پن رہی ہے۔ صابر کو دیکھ کر چاول رکھ دیتی ہے۔ اس کی سوالیہ نظر میں صابر پر ہیں۔ صابر ماں سے نظر میں ملائے بغیر مجھ بھر کے لیے رکتا ہے۔ مگر دن کھجاتا ہے۔ اور پھر دوسرے در دارے سے ڈرائینگ روم میں چلا جاتا ہے۔ ماں اور باپ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ صابر ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے۔ ماں کی گردگڑا کھولتا ہوا۔ ڈرائینگ روم میں ایک پرانا صوفہ اور بیدر کی چند گرسیاں۔ کارنس پر عالشہ کی ایک تصویر۔ ایک گلدان۔ عالشہ اس میں تازہ پھول سچا رہی

ہے، صابر کوٹ اتارنے لگتا ہے، مگر عالیہ کو دیکھ کر رُک جاتا ہے، کچھ دیر کے یہ اُسے خاموشی سے دیکھتا رہتا ہے، اور پھر چلکے سے صوف پر بیٹھ جاتا ہے، عالیہ اپنی دم میں مگن ہے، دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔

صابر :- خالہ جان کیسی ہیں؟

عالیہ :- بخار اُتر گیا ہے، اب سورہ ہیں،

عالیہ کا خیال ہے کہ صابر اُسے انہروں کے نیتھے کے بارے میں آگاہ کرے گا مگر وہ خاموش رہتا ہے۔

عالیہ :- انہروں کیسار ہا؟

صابر بے دھیانی میں صرف کندھے سکیرٹ رہتا ہے، اور پھر اُنھوں کو شیف پس سے ایک کتاب نکال کر ریڈنگ ٹیبل پر بیٹھ جاتا ہے۔

عالیہ :- صابر!

صابر جواب نہیں دیتا، بظاہر کتاب میں مگن ہے، عالیہ قریب جا کر میز سے کتاب اٹھایتی ہے، صابر اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہتا ہے۔

عالیہ :- تمہاری خاموشی سے مسائل تو حل نہ ہوں گے۔

صابر اس کی طرف دیکھتا ہے۔

عالیہ :- آخر کب تک صابر؟ کب تک تم مجھے اپنی خود اعتمادی کی صلیب پر چڑھائے رکھو گے؟ تمہاری ہر ناکامی میرے جسم میں ایک منجع کی طرح گڑھ جاتی ہے، مجھ میں چھلنی ہونے کی سکت نہیں، میں کب تک برداشت کر دوں گی، صابر یا تو مجھے اس صلیب سے اتار کر راذیت سے چپکارا دلاو اور یا پھر.....

صابر :- (غصے سے) اور یا پھر؟

عالیہ :- تم اجازت دو تو میں خود نوکری کر لیتی ہوں جچھوٹا موٹا ٹینگ جاب تو
مل ہی جائے گا۔

صابر کے چہرے پر دکھ کے آثار ہیں وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ جاتا ہے
ادراستہ آہستہ بونے لگتا ہے۔

صابر :- (زرمی سے) آئی جلدی حوصلہ چھوڑ گئیں عالیہ ؟ ابھی تو مسافتوں کا آغاز
بھی نہیں ہوا تھا میرے پاؤں ابھی سے تھلنکے لگے ہیں ؟

عالیہ :- مددوں ایک ہی جگہ بے حس و حرکت جامد گھڑے رہنے سے پاؤں تھک
ہی جاتے ہیں میں حرکت کرنا چاہتی ہوں ہم نے الگ سفر کا آغاز کیا تو ہمارے
پاؤں تلے کی زمین دلدل میں بدل جائے گی صابر!

صابر :- میں خود اس خالہ زاد رشتنے کو مزید طوں نہیں دینا چاہتا بس جو نہیں
مجھے کوئی ایسی ملائی ملت ملی جو میں DESERVE

عالیہ :- DESERVE ... DESERVE ... DESERVE ! میں
تینگ آپنگی ہوں اس لفظ کی تکرار سے سکیا تھا میرے بوڑھے والدین اس
نیم وجودیت کو DESERVE کرتے ہیں جو تھا میرے کام پر نہ لگنے کی وجہ
سے ان پر مسلط ہے؟ سکیا میری ماں ایک معزز اور خوشحال زندگی بس کرنے
کے بعد یہ DESERVE کرتی ہے کہ وہ یکدم بیوہ ہو جائے اور بقیہ عمر پر
غریب ہن کے مکروں پر پلے؟ ایک کوٹھڑی میں مقید رہے کون سکیا
کرتا ہے کون سکہ سکتا ہے؟ اور پھر میں بھی تو ہوں میرے
بارے میں بھی کبھی سوچا ہے؟ کیا میں تمہیں DESERVE کرتی ہوں؟

صابر اس آخری نظر سے TUNی ہو جاتا ہے۔

صابر :- کیا مطلب ہے تمہارا ؟

عالیہ :- معزز خاندان سے تھا۔ کار دبار بھی دیست تھا۔ وہ لوگ امی کی منتیں بھی کرتے تھے۔ بس یہی تھا کہ کہ لڑکا زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ امی بھی تیار تھیں۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔

صاحب :- گیاتم اب اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہو!

عالیہ :- ابھی نہیں.....

صاحب :- اس کا مطلب ہے تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟

عالیہ :- (ہنس کر) حیرت ہے۔ ادب سے لگاؤ کے باوجود تمہیں انہمار کے لیے اس عام پہانا لفظ کے علاوہ کوئی اور مناسب لفظ نہیں ملا۔۔۔ میں رومانی نادلوں کی ہیروئن نہیں ہوں گا آہوں اور سکیوں کا الحاف اور ہدکر پوری عمر پسادوں۔ کم از کم میں ۔۔۔ کیا کہتے ہیں اس محبت۔ اس فلاٹی جذبے سے کبھی آشنا نہیں ہوئی ۔۔۔ ہاں وقت گزرنے سے ۔۔۔ ایک دوسرے کے قریب رہنے کی عادت ہو جاتی ہے ایک غاص چہرے کو دیکھنے کی۔ اسے محبت کہہ لو۔ بس مجھے بھی بچپن سے تمہیں دیکھنے کی عادت سی ہو گئی ہے اور میں اس تسلسل کو توڑنا نہیں چاہتی۔

صاحب :- میں توڑنا چاہتا ہوں؟

عالیہ :- اگر تم کچھ دیر اور اپنے گرد تعمیر کردہ حصاء سے باہر نکلے تو بچہ رہنے والے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

صاحب :- لیکن عالیہ عزت نفس بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ تم چاہتی ہو کہ میں خوانخواہ لوگوں کے سامنے جمک جاؤں؟ خوشابدار سفارش کی بیساکھیوں کے سہارے کامیابی کے راستے پر چلوں؟ مجھ میں طاقت ہے۔ قوت ہے۔ میں ان صفاتوں کے لیے سہارے کا مثالی شی نہیں ہوں۔

عالیہ اللہ تعالیٰ سفر کے آغاز کے لیے اگر ہمارے لیا جائے تو کیا مصالحتہ ہے؟

صابر:- تو پھر تم چاہتی ہو کر میں

عالیہ اللہ تعالیٰ سفر کے میں کیا چاہتی ہوں.

نگس در دارے کی اوٹ میں کھڑی کھانستی ہے۔ جیسے اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتی ہو۔

کھانستی کی آواز آخری مکانے پر ۱/۵ ہوتی ہے۔ عالیہ اللہ اور صابر جو قریب قریب کھڑے تھے، پچھے ہٹ کر مخالف کوںوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نگس کمرے میں داخل ہوتی ہے۔

نگس:- اسلام علیکم بھائی جان!

صابر مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور اپنی ہن کے سر پر پایار دیتا ہے۔

صابر:- وعلیکم اسلام.

نگس آگے بڑھ کر خود عالیہ اللہ سے لگتے ملتی ہے۔ اور پھر اسے دیکھتی ہے۔

نگس:- بس . . . (پچھے ہٹ کر تحسین آمیز نظر وہن سے دیکھتی ہے) جشم بددور!

عالیہ اللہ ہن ہاتے ہاتے یہ ہن کا دم چھلا کب تک قائم رہے گا۔ ہم تو

ترس گئے عالیہ اللہ بھائی کہنے کو

عالیہ اللہ صابر کے ساتھ EXCHANGE BOOKS لے کرتی ہے۔

نگس:- اور بھائی جان؟ وہی الئے نسلے ہیں یا

صابر:- یہ ٹرٹر بندگر و اور بتاؤ کہ تم یہ آنا فانا لا ہو رہیں گے سے پیک پڑیں؟

نگس:- وہ بھائی جان شادی ہوئی نہیں اور ابھی سے اس گھر میں بہنوں کے

دائلے پر اعتراض ہو رہے ہیں۔ (شہادت کی انگلی کھڑی کر کے) یاد رکھئے ہمیشہ

بہنیں ہی کام آتی ہیں۔ یہ مستقبل کی بیویاں وغیرہ تو

صابر:- (ہمچلتے ہوئے) تمہارے بالوں پر سے تو تنگ آکر تمہاری شادی کی

تھی، ہمیں کیا پتہ تھا۔

نرگس :- اللہ بھائی جان اپورے دو گھنٹے جماز میں منہ بند کیے بیٹھی رہی ہوں۔
ایرہوش سے گپ لکانے کی کوشش کی تو وہ بھی آپ کی طرح سڑی ہوئی
لکلی....

صابر :- نہ میر ساتھ نہیں آئے کیا؟

نرگس :- وہ ساتھ ہوتے تو میں منہ بند کیے بیٹھی رہتی ہوں... دروازے کی طرف
جا کر، اتی، ابو آپ بھی ادھر ڈرائینگ روم میں آ جائیے، مجھ سے وہاں چاپلی
پر نہیں بیٹھا جاتا۔

پچھے ہٹ کر صوفی پر برا جمان ہو جاتی ہے اور عالشہ سے مخاطب ہوتی ہے۔

نرگس :- آج خالہ جان نیچے نہیں آئیں کیا؟

عالشہ :- بیمار ہیں قدرے....

نرگس :- اور....

عالشہ :- معمولی زکام ہے۔

نرگس :- (ُمُختَفِتے ہوئے) میں انہیں سلام کراؤں....

عالشہ :- ابھی صورتی ہیں۔

نرگس پھر بیٹھ جاتی ہے۔ اس دروازے میں اور باب اندرون داخل ہوتے ہیں۔ وہ بیٹھی
کی آمد سے خوش ہیں۔ باب اپنا حلقہ بھی ساتھ لایا ہے۔

صابر :- کتنے روز قیام رہے گا؟

نرگس :- (ہنس کر) جب تک آپ کی شادی کی تاریخ نکھلے نہیں ہو جاتی....
اور آپ کون ہیں پوچھنے والے؟ اپنے ابو کے گھر آئی ہوں۔ جب تک
بھی چاہے گا رہ ہوں گی۔

ماں :- نرگس بیٹی زیر ساتھ کیوں نہیں آیا؟

نرگس :- وہ یورپ گئے ہیں چند روز کے لیے۔ میں نے ساتھ پہنچنے کے لیے صندک تو کہنے لگے صحیح شام کار و باری مصروفیات ہوں گی۔ بعد ہو جاؤ گی۔ دہنس کر۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، ہمیں ہمارے یورپ بھیج دیجئے۔ اپنی امی کے پاس۔

باپ :- زیرپر کو ملے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ نرگس اسے کہو کہ یورپ کے چکر دن میں لا ہو رکے ایک نکتے کا بھی اضافہ کرے۔

نرگس :- سخت مصروف ہوتے ہیں ابا جان... اور پھر۔ (ڈرائینگ رووم کو دیکھتی ہے۔ بید کی گرسیاں، کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹے ہوئے، ننگا فرش) وہ علیحدہ بیٹھ ردم کے بغیر ذرا UNCOMFORTABLE محسوس کرتے ہیں۔ اور یہاں جگہ کی سنگی کے باشت....

خاموش ہو جاتی ہے۔

تمام کردار ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں۔ باپ حلقے کا کش لگاتا ہے۔

باپ :- ہاں۔ ٹرے کار و بار میں مصروفیت تو ہوتی ہی ہے... خاص طور پر رہی میڈیمبوسات کے کار و بار میں۔

نرگس :- وہ تو ہم نے فروخت کر دیا۔ آبو... اس میں تو اب بہت سے لوگ آگئے ہیں۔ منافع کی شرح بہت کم ہو گئی تھی۔ اب ہینڈی کرافٹس برآمد کرتے ہیں۔

ماں :- (حیرت سے) ہانڈی کیا؟

باپ :- اسے ہانڈی نہیں صاہر کی امی۔ ہینڈی کرافٹس۔ یہ نہیں ہوتے ٹھکھنے گھوٹھوڑے۔ ٹوٹے پرانے برتن۔ مگر دوں ایسے رنگ برلنگے کپڑے۔ لوہے کے زینور اور ہانڈیاں۔ دہنس کر، ہاں تم ٹھیک کہتی ہو ہانڈی کرافٹس۔

نرگس :- یورپ میں بے انہما مانگ ہے آبو۔ ابھی پچھلے دونوں زیرینے چار ہزار

سفید شسل کاگ نما بر قعے برآمد کیے ہیں۔

ماں :- ہائیں ! تواب یہ میمیں بھی پرداز کرنے لگی ہیں۔

نرگس :- نہیں آتی۔ وہاں جب یہ میمیں سمندر کے کنارے نہلنے کی غرض سے جاتی ہیں نا۔ تو ان بر قعوں کو اڈھ کراندہ کپڑے بدلتی ہیں۔

ماں :- کچھے بندوں نہاتی ہیں۔ توہہ توہہ !

نرگس :- مزیدار بات یہ ہے کہ آرڈر تو دس ہزار بر قعوں کا تھا مگر پورے پاکستان میں کل چار ہزار دستیاب ہوئے۔

ماں :- دس بجیدگی سے، مجھ سے کہتیں میں اپنا بر قعہ بھی تمہیں بیچ دیتی۔ سفید کریب کا ہے۔

سب لوگ ہنتے ہیں۔ ماں انہیں گھوٹتی ہے۔

نرگس :- اوه ! دبیسے یکدم کچھ یاد آتا ہے، بھائی جان ! میں تو جھول ہی گئی تھی۔

آپ کے یہے ایک زبردست قسم کی ہینڈی کرافٹ لائی ہوں۔ ذرا ٹھہریے۔

بھاگ کر مشترکہ بیٹھروم میں جاتی ہے۔ داپس آتی ہے تو ہاتھ میں ایک بندل ہے۔

کھولتی ہے۔ یہ مچھلیاں پکڑنے کا ایک جال ہے۔ کناروں پر خوب صورت منکے لگے

ہیں۔ پھیلا کر صابر کے آگے تان دیتی ہے۔ کیمرہ جال میں سے صابر پر کلوز ہوتا

ہے۔ صابر جال دیکھ کر بہوت ہے۔

نرگس :- پسند آیا بھائی جان !

صابر خاموش رہتا ہے۔ نرگس جال کو اسی طرح تانے کا نس کی جانب بڑھتی ہے۔

نرگس :- کبھی بچاڑہ یہ مر جھے بھی ۸۷۱۶۴۳۱ تلاش کرنے کے لیے بیچ دیتے

ہیں۔ چند روز پیشتر یہیں کراچی سے باہر بچاڑہوں کی ایک بستی میں گئی۔ ماہی یہر

عورتوں کے پولنے چاندی کے زیور خریدنے کی خاطر۔ (جال کا نس پر لٹکا

دیتی ہے، یہاں کیسار ہے گا۔ یہ جال ایک جھونپھری کے دروازے پر لٹک رہا تھا، میں نے فوراً خرید لیا۔ یہاں ۲۰۵ لگتا ہے نا؟ اس میں آپ کی اور عائشہ کی تصویریں سجا میں گے۔ شادی کی تصویریں۔ (کارنس پر دھری عائشہ کی تصویر جال کے پچھے ہے۔ کیمروں اس کا کلوز لیتا ہے) پسند آیا بھائی جان؟

کیمروہ صابر پر جاتا ہے۔ اس کی نظریں جال پر جی ہوئی ہیں۔ اور وہ بہوت بیٹھا ہے۔

فلیش بیک —————

فلیش بیک مل مٹ مٹ سکرین پرو قفوں کے بعد آتے ہیں، درمیان میں صابر کے کلوز کی انٹر کنگ ہیں۔ تمام ۵۱۷۳۵ ہیں۔

فلیش بیک ختم —————

صابر کی سٹل حرکت ہیں آتی ہے۔

صابر:- ہاں بے حد خوب صورت ہے۔

عائشہ جو اس دوران کو نے میں خاموش کھڑی ہے۔ نرگس کی طرف آتی ہے۔

عائشہ:- نرگس اب میں چلتی ہوں۔ امی جاگ گئی ہوں گی۔ انہیں چائے بناؤ کر دینی ہے۔ تم فارغ ہو کر آ جانا۔

جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔

مال:- عائشہ بیٹی چائے کی پتی تو ہے نا؟

عائشہ:- دُڑھے بغیر، جی خالد جان۔ آج تو گذارہ ہو جائے گا۔

صابر کی طرف دیکھ کر باہر جاتی ہے۔ نرگس صابر کے پاس آگر بیٹھ جاتی ہے۔

نرگس:- بھائی جان آپ کے انٹروپو کا کیا ہوا؟

باپ:- (تلنی سے) یوں کہوا نشو روپوز کا کیا ہوا؟

صابر کندھے سکیڑ کر خاموش رہتا ہے۔

نرگس :- بھائی جان آپ بڑا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟ زہیر نے مجھے کئی بار کہا ہے۔ میں نے سوچا آپ MIND CONCERNED روگ نہیں رہا۔ ہمیں ایجنسٹوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ ...

صابر :- (سختی سے) نہیں ...

پاپ :- (ظفریہ انداز ہیں) نہ نرگس بیٹی ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ میرا پڑھا کرھا بیٹھا خود پڑا آدمی بنے گا۔ کسی سہارے کے بغیر، سفارش کے بغیر۔ اپنی دُگریوں کے مل بوتے پر ...

مال :- مگر پڑے پڑے آپ کا تودماخ چل گیا ہے۔ اسی میں صابر کا کیا قصور

ہے - ۹

پاپ :- جی ہاں اس میں صابر کا کیا تصور ہے۔ قصوردار تو ہیں ہوں کہ میں نے کوئی جائزہ بنانے کی بجائے اسے پڑھایا کرھایا اس سے بہتر تھا کہ میں اسے بچپن سے ہی کسی کارخانے میں ملازم کر دا دیتا۔ شیخ فضل محمد کا بیٹھا بچپن میں خراد کے کارخانے میں نوکر ہوا اور اب اچھا خاصاً نجیسِ بن کر دو۔ یہ چلا گیا ہے۔ مور دا لذام تو ہم ٹھہرا ہیں۔ تمہاری ہن کو جس نے اپنی تمام پیشیں یک مشت دصول کر کے اپنی بیٹی کا ہمیز بنا لیا ہے۔ عائشہ کو بھی دو شش درجیے کہ وہ ایک نکھنو کے لیے اپنی زندگی بریاد کر رہی ہے۔ توہہ! توہہ! جعلی صابر کا اس میں کیا قصور ہے۔ درجنوں مرتبہ ایسی نوکریوں کے لیے گھا۔ جہاں پا آسافی میں اس کی سفارش کر دا کر اسے بھرتی کردا سکتا تھا۔ کئی پارڈر اپنے درجے کی ملازمت کی آفر ہوئی توجہ نابنے

حقارت سے ٹھکرائی کہ میں تو یہ DESERVE ہی نہیں کرتا۔ اس کے تمام پار دوست اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ کامیاب کار و باری ہیں اور یہ ذاتِ شریف ابھی تک ریٹائرڈ باپ کی پیش پر پل رہے ہیں۔

صابر کے چہرے پر سینہ اور آنکھوں میں غصہ۔

ٹھیک ہے حفاظت کریں عزتِ نفس کی۔ سینت سینت کر رکھیں۔ خود اعتمادی اور قابلیت کو مگر کما نہیں تو ہی۔ کار و بار شروع کرنے کا مشورہ دیتا ہوں تو ارشاد ہوتا ہے۔ ابا جان! بھلا ہزار دو ہزار میں آج کل کون سا کار و بار شروع کیا جاسکتا ہے۔ بھئی خوانچہ لگاؤ۔ کھو کھا بنا لو۔ ریڑھی پر چل سجا لو۔ یہ لوگ بھی تو عزتِ نفس کے مالک ہوتے ہیں۔

صابر اٹھتا ہے اور کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔

مال :- صابر پڑیے :

باپ حصہ سکش لگاتا ہے۔ نرگس جال کے قریب سر جھکائے گھری ہے۔

سین نمبرے

ایک "ٹنگ" بازار۔ بے شمار ریڑھیوں والے۔ خوانچہ فردش۔ پچھڑیں پر بیٹھے ہوتے اشیاء فروخت کر رہے ہیں۔ سیکنڈ، ہینڈ کپڑے۔ یعنی والے۔ سب شور پیا رہے ہیں۔ کیلئے دود د آنے۔ آمفت لادتے ہے دود د آنے۔ ملٹے۔ رستاں دے بھرنے والے رستاں نال بھرے۔

"کپڑوں والا"۔ ولیتی مال۔ تین تین روپے۔ تین تین ... اس قسم کی بہت سی آوازیں ٹریفک کا شور بھی سنائی دے رہا ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی۔ پہلوان کیلئے خرید رہے ہیں۔ بر قد پوش عورتیں سیکنڈ، ہینڈ کپڑوں کو اٹ پٹ رہی ہیں۔ صابر اس بازار میں داخل ہوتا ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے یہ ہر

ریڑھی ہر خوانچے دالے کے پاس کھڑا ہوتا ہے۔ جیسے جائزہ لے رہا ہو۔
پھر ایک سگرٹ فروش بڑھے کے قریب آکر کھڑا ہو جاتا ہے، جس نے
زمین پر خوانچہ لگا رکھا ہے۔ گاہک کو پان بناؤ کر دے رہا ہے۔ صابر سے
غور سے دیکھتا ہے۔ گاہک چلا جاتا ہے۔

صابر:- باباجی! ایک سگرٹ تو دیجئے۔

سگرٹ فروش:- با بوجی فلٹر والا پیو گے یا بغیر فلٹر والا؟

صابر:- فلٹر کے بغیر....

سگرٹ فروش سگرٹ دیتا ہے۔

سگرٹ فروش:- با بوجی فلٹر کے ساتھ پیا کر دیجھڑے خراب نہیں ہوتے۔

صابر:- جب تک تمباکو اور ہونٹوں کا بلا واسطہ ملا پتہ ہو مجھے تو لطفی نہیں
آتا، یوں لگتا ہے، جیسے ریڑ کا سوت پہن کر غسل کر رہا ہوں۔

سگرٹ فروش:- دیکھنے سمجھتے ہوئے، میں نے تو اس لیے کہا تھا کہ فلٹر سگرٹ
کی کڑواہٹ کو کم کر دیتا ہے۔ دیوار کا کام دیتا ہے با بوجی!

صابر:- ایک بات تو بتائیں باباجی.... (سمجھتے ہوئے) روزانہ کتنا کمایتے ہو؟
ایک گاہک آکر سگرٹ مانگتا ہے۔ سگرٹ فروش اسے سگرٹ دیتا ہے۔ پھر صابر
کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

سگرٹ فروش:- کیا پوچھ رہے تھے با بوجی؟

صابر:- روزانہ کتنا کمایتے ہو؟

سگرٹ فروش:- دیان کا بیڑہ منہ میں ڈالتے ہوئے سوچ کر بس گزارا ہو
جاتا ہے اللہ کے فضل سے۔

صابر:- پھر بھی؟

سگرٹ فروش :- پندرہ بیس روپے تو پچھی ہی جاتے ہیں۔

صاحب :- یہ کار دبارہ شروع کرنے پر کتنی رقم خرچ ہوئی تھی؟

سگرٹ فروش :- اجی صاحب کیسا کار دبار ہے یہ تو غربی دعویٰ ہے۔ جتنا کمایا دس بیس روپے نکال کر پھر مال لے آئے۔ پانچ سات سو میں گاڑی چل نکلتی ہے... ہاں اگر ہنگے سگرٹ اور سماں گنگ کا مال رکھیں تو پھر زیادہ رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔

صاحب :- پھر تو میرے میں ہو باباجی۔ عزت کی روٹی کھاتے ہو۔

سگرٹ فروش :- صرف روٹی کھاتے ہیں بابوجی! عزت دُرت کی بات چھوڑیں کار پوریشن کا ٹرک آنکھے نوجہ تک جیب نگرم کریں تمام مال اور خوانچہ ٹرک میں ڈال لیتے ہیں۔ پوہلیں دالے بھی تناک کرتے ہیں۔ اس بازار کے بڑے دکانداروں نے ایک مرتبہ سب خوانچے فروشوں کو نکال باہر کیا تھا۔ رات کو۔ اور رات کو، یہ اصل کار دبار ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ باہر لوگ آتے ہیں... ذرا موڑ میں... پان سگرٹ لے کر پیسے دیے بغیر چلے جاتے ہیں۔ عزت کی تومت پوچھو بابوجی۔ لبس گذارا جو کرنا ہوا۔

صاحب :- سب خوانچے فروشوں اور رہیڑی والوں کا یہی حشر ہوتا ہے؟

سگرٹ فروش :- جتنا بڑا خوانچہ ہو گا اتنی بڑی مصیبت۔ میرا تجھوڑا ساخوانچہ ہے۔ ٹرک آجائے تو اٹھا کر سامنے دالی گلی میں گھس جاتا ہوں... لیکن

آپ کیوں پوچھتے ہیں۔ اخبار میں کام کرتے ہیں؟

صاحب :- نہیں۔ میں تو کہیں بھی کام نہیں کرتا۔ ایک سگرٹ اور دے دیجئے۔

سگرٹ فروش سگرٹ دیتا ہے۔

صاحب :- یہ نہیں۔ فلٹر دالا دیجئے۔

سگرٹ فروش چیران ہو کر سگرٹ بدل دیتا ہے۔

مونتاژ

وقت گزرنے کا تاثر دینا مقصود ہے۔ تقریباً آٹھ دس روز۔ صابر منظر مٹ کی طرح نہر کے کنارے چل رہا ہے۔ پانی میں سورج کا عکس۔ خزان رسیدہ پتے، دیرانی۔ سوچ بچار کا عمل جاری ہے۔ سگرٹ پی رہا ہے۔ پچھلے تمام مناظر اس کے ذہن میں گزندہ ہو رہے ہیں۔ واطھی ٹھڑی ہوئی ہے۔ اگر مناسب ہو تو پچھلے چند مکالمے سارے کروائے جاسکتے ہیں۔

سین نمبر ۸

منظر مٹ والی ۵۷۱۳۱۵۸۲۱ اور سیٹ۔ یعنی مشترکہ بیڈ روم اور رات کا پچھلا پیر۔ فرق یہ ہے کہ اب نرگس بھی صابر کے برابر والی چار پانی پر محو خواب ہے۔ بھلی کے پار کہپار وشن ہے۔ صابر حسبِ معمول کر دیں بدل رہا ہے۔ بار بار گھٹری دیکھتا ہے۔ کہبے کا بلب مغل ہوتے ہی انتہا ہے۔ دبے پاؤں ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے۔ کارنس کے آگے تنا جال اٹارتا ہے۔ اور ادھر ادھر چور دن کی طرح دیکھتا ہوا اسے بغل میں داپ کرنکل جاتا ہے۔ صحن میں داخل ہوتا ہے۔ جال کھول کر ٹرے پیارہ سے کپڑوں والی تار پر لٹکا دیتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی آرام کرسی پر بیٹھ جاتا ہے، اور لنظریں جال پر جمادیتا ہے۔

منظر مٹ والی موسیقی اور بیک گراونڈ از حد ضروری ہے۔ ہلکی روشنی پھیلتی ہے۔ سورج ابھرتا ہے۔ صابر جیسے ایک خاص لمجھ کے انتظار میں ہو سورج کی پہلی جھلک پر منظر مٹ کی طرح خوش نہیں ہوتا۔ انتظار کرتا ہے۔ بالآخر سورج عین جال کے درمیان میں آ جاتا ہے۔ اس لمجھ کے چہرے پر منظر مٹ والے مسترست کے احساسات وارد ہوتے ہیں۔